رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۲۹۶ ہر انگریزی ماہ کی ۷-۱۴-۲۱-۲۸ تاریخ کو قادیان دار الامان سے نکلتا ہے رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۲۹۶

3P POSTAGE

بدر

قادیان

ایڈیٹر میر قاسم علی احمدی

جلد (۱۴) | قادیان مورخہ ۲۱ر جولائی ۱۹۲۹ء مطابق ۱۳ر صفر ۱۳۴۸ھ | نمبر (۱۵)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اعلان

ہر خاص و عام کو واضح ہو۔ کہ میں مسلمان احمدی ہوں۔ خدا کو واحد لاشریک مانتا ہوں میرا ایمان ہے۔ کہ آنحضرت سرور انبیاء محمد رسول اللہ برحق نبی آخر الزمان اور خاتم النبیین تھے۔ اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اس صدی کے مجدد۔ مسیح موعود مہدی مسعود اور بروزی نبی ہیں۔ میرا عیسائی ہونا جو مشہور ہوا تھا۔ وہ میری کم علمی کے باعث تھا۔ اب مجھے اسلام پر کسی قسم کا شک و شبہ نہیں۔ اشہد ان لا الہ الا اللہ واحدہٗ لا شریک لہٗ و اشہد ان محمدًا عبدہٗ و رسولہ۔

(خاکسار محمد منظور بن مفتی محمد صادق صاحب مدیر بدر ۱۹۲۹ء جولائی)

کابل میں پھل ہے لایا دردِ نہاں ہمارا

ہم صاف گو ہیں شاہد ہے سب جہاں ہمارا
اے ساکنانِ عالم۔ ہاں دیکھ لو۔ نتیجہ
کابل کی سرزمیں میں برسوں سے موجزن تھا
عبداللطیف اعظم سے نعمت اللہ خاں تک
بے درد ہو کے ظالم۔ سفاک بن گئے تھے
احمدؑ کو مان لینا اک جرم بن گیا تھا
فرمانِ حق تھا دیں میں سختی نہیں ہے جائز
آخر خدا کی غیرت نے ایک جوش مارا
کابل کی سرزمیں ہے اب معرضِ خطر میں
ظلم و ستم کی کشتی منجدھار میں ہے ڈوبی
فاروقؓ ان سے کہدے ہے وقت وقتِ توبہ

باطل سے دور تر ہے طرزِ بیاں ہمارا
کابل میں پھل ہے لایا دردِ نہاں ہمارا
آبِ رواں سا ہر دم خونِ رواں ہمارا
ہر مرد باخدا تھا۔ آرامِ جاں ہمارا
بیباک ہو کے مارا۔ ہر اک جواں ہمارا
لے دے کے بس یہی تھا جرمِ عیاں ہمارا
لیکن نہ باز آیا۔ یہ قہرماں ہمارا
یعنی کہ رنگ لایا۔ اشکِ رواں ہمارا
جنگ و جدل بنا ہے آہ و فغاں ہمارا
جاں لے گیا ہے۔ اسکی سیلِ رواں ہمارا
شائد کہ بخشدے پھر شاہِ جہاں ہمارا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

انتخاب اخبارات

لائل پور کا ایک نہایت ہی شرمناک واقعہ روشنی میں آیا ہے۔ جو ایک جوڈیشل آفیسر کے کیریکٹر کا مظہر ہے۔ ایک ممتاز عہدہ دار کی عورت یہاں کے ایک جوڈیشل افسر کے گھر پر گورودوارہ کا بہانہ کر کے آیا کرتی تھی۔ چند روز ہوئے۔ کہ اس کے خاوند کو لائل پور سے باہر جانے کا اتفاق ہوا۔ عورت اس موقعہ کو غنیمت سمجھ کر اپنے نوکر سے گورودوارہ کا بہانہ کر کے اپنے یار کے ہاں چلی گئی۔ جب رات کے دس بجے تک واپس نہ آئی۔ تو اس کے نوکر نے گلی میں شور مچا دیا۔ کہ اس کی بی بی گھر سے نکل گئی لوگ وہاں جمع ہو گئے۔ چند لڑکے وہاں اس کی تلاش میں سراغرسانی کے لئے مامور کئے گئے۔ جب رات کے بارہ بجے تو اس کا یار موٹر میں اسکو بٹھا کر پہنچانے آیا۔ لڑکوں نے اس کو دیکھکر شور مچایا۔ اس کا یار موٹر کو بڑی تیزی سے واپس لے گیا۔ اور دور جا کر عورت کو چھوڑا۔ تب عورت اکیلی آئی۔ اس کے شوہر نے اس کو بھیجکے بھیجدیا۔

(ریاست اخبار)

ملتان ۲۳ر جولائی۔ پنڈت گردھر جی شرما سابق پرنسپل سنسکرت کالج کراچی سے یہاں آئے۔ آپنے پورانوں کی عظمت پر ایک دلکش تقریر کرتے ہوئے کہا کہ پوران ویدوں سے بھی پرانے ہیں۔ نباتات میں زندگی کے متعلق آپنے طویل اظہار خیال کیا۔ اور کہا۔ کہ اس موضوع پر ڈاکٹر بوس کی تحقیقات سناتن دھرم دنیا کے لئے کوئی نئی بات نہیں ہے۔

بدھوا آشرم میں افواہ۔ عرصہ سے افواہیں اڑ رہی تھیں۔ کہ دہلی کے آشرموں میں نوجوان لڑکیوں کی تجارت ہوتی ہے۔ کل رات کو محلہ چوڑیوالہ کے ایک آشرم سے دو ہندو لڑکیاں دستیاب ہوئیں۔ کہا جاتا ہے۔ کہ آدھی رات کے وقت اندر پرست بدھوا آشرم میں داخل ہو کر دو لڑکیوں کو برآمد کیا۔ لڑکیوں کا بیان ہے۔ کہ ریلوے اسٹیشن سے اغوا کر کے ہمیں یہاں پہنچایا گیا ہے۔

مقدمہ قتل سانڈرس اور سازش لاہور کے تمام ملزم گرفتار ہو چکے ہیں۔ گرفتار شدگان کی مجموعی تعداد ۳۲ ہے۔ جو سب ہندو ہیں۔ وعدہ معاف گواہ سات ہیں۔ دیگر ملزم بھی وعدہ معافی کی درخواست کرتے ہیں۔ لیکن پولیس اب زیادہ سلطانی گواہ بنانا نہیں چاہتی۔ کیونکہ گواہ پہلے ہی کافی بن چکے ہیں۔ یہ مقدمہ دس جولائی سے عدالت میں پیش ہو رہا ہے۔

ہندوستان کا ذکر تک نہیں:۔ جدید پارلیمنٹ کے افتتاح کے وقت ملک معظم کی شاہی تقریر میں ہندوستان کا ذکر تک بھی نہیں آیا۔ اہل ہندوستان کو خیال تھا۔ کہ شاہی تقریر میں ہندوستان کو مزید قسط اختیارات خود مختاری کے عطا کرنے کی بابت ضرور اشارہ ہوگا۔ مگر امید فضول نکلی۔ البتہ مسٹر ریمزے میکڈانلڈ وزیر اعظم برطانیہ نے پارلیمنٹ میں کہا۔ کہ ہندوستان کا شاہی تقریر میں اس لئے ذکر نہیں آیا۔ کہ اس بارہ میں ابھی تحقیقات ہو رہی ہے۔

موجودہ امیر کابل کو ایک زبردست خزانہ ملا ہے جس کی مالیت کئی کروڑ روپیہ بتائی جاتی ہے۔ کہا جاتا ہے۔ کہ یہ خزانہ قلعہ کے نزدیک ایک میدان میں دبا ہوا تھا۔ جب حکومت کابل اس میدان کو کسی خاص مطلب کے واسطے کھدوا رہی تھی۔ تو نیچے سے یہ خزانہ ملا۔ یہ بھی افواہ ہے۔ کہ جہاں یہ خزانہ ملا ہے۔ وہاں سے ایک لمبی سرنگ بھی نظر آتی ہے۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے۔ کہ یہ سرنگ بہت دور تک کابل سے باہر جاتی ہے۔ اس کو سوائے اس کے اور کیا کہا جا سکتا ہے۔ کہ یہ خدائی امداد ہے۔ جو اس کو ایسے وقت میں مدفون خزانے ملیں۔

کابل میں نیم فوجی طرز کی حکومت کارفرما ہے۔ تاہم تجارتی کاروبار کی حالت اعتدال پر ہے۔ اور پشاور کے ہندو اور کابلی تجار ریڈیو کے ذریعہ سے تجارتی تار کابل روانہ کر دیتے ہیں۔

حضرت شور بازار گرفتار:۔ یہ خبر پہلے اخبارات میں شائع ہو چکی ہے۔ کہ حضرت شور بازار جو افغانستان کو موجودہ حالت میں ڈالنے کے ذمہ دار تھے۔ گرفتار کر لیا گیا۔ اب اس امر کی تصدیق ہو گئی ہے۔ نہایت افسوس سے یہ خبر حوالہ قلم کی جاتی ہے۔ کہ ۲۲ر جولائی کو دربھنگہ میں مہاراج ادھیراج رامیشور سنگھ کا انتقال ہو گیا۔

امپیریل بینک آف انڈیا کی معرفت ہز اگزالٹڈ ہائینس حضور نظام دکن نے جدید قرضہ میں ایک کروڑ روپے گورنمنٹ آف انڈیا کو قرض دیئے۔

عجیب صنعتی قصر:۔ لندن کا وہ عظیم الشان کیمیائی صناعات کا کارخانہ جو دریائے ٹیمس کے ساحل پر نظر آتا ہے۔ اپنی وسعت و تعمیر کے لحاظ سے عجائبات عالم میں شمار کئے جانے کے قابل ہے۔ اس کی وسعت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے۔ کہ ایک شخص ہر کمرہ کو جا کر دیکھے۔ تو اس کے لئے بھی کم از کم ایک ہفتہ درکار ہوگا۔ اس قصر میں ۷۰۰ کمرے ہیں۔ اور کل برآمدوں کی لمبائی ڈھائی میل تک پہنچتی ہے۔ ان ۷۰۰ کمروں میں ہر کمرہ اپنی تعمیر اور زینت فرش و سقف کے لحاظ سے بالکل مختلف ہے۔ چھٹی منزل پر معتمین کے کمرے ہیں۔ جہاں سے دریائے ٹیمس اور شہر لنڈن کا منظر نہایت دلچسپ نظر آتا ہے۔ روشنی کا کوئی قمقمہ یہاں نظر نہیں آتا۔ جس وقت بٹن دبایا جاتا ہے۔ تو ایک لوح فرش سے نمودار ہوتی ہے۔ اور سارا کمرہ اس مصنوعی آفتاب کی روشنی سے جگمگا اٹھتا ہے۔

مارسیلز:۔ اخبار سٹیٹسمین کی ایک عبرت انگیز اطلاع مظہر ہے۔ کہ سابق شاہ امان اللہ نے مارسیلز میں بیان کیا۔ کہ میں کسی عمدہ نوکری کی تلاش میں ہوں۔

دہلی:۔ ڈاکٹر ستیہ پال کے خلاف جو مقدمہ زیر دفعہ ۱۲۴ الف تعزیرات ہند دہلی میں چل رہا تھا۔ اس کا فیصلہ سنا دیا گیا ہے۔ ڈاکٹر ستیہ پال کو دو سال قید اور ۵۰۰ روپیہ کی جرمانہ کی سزا دی گئی۔ دانت نکالنے سے چھٹی ہوئی۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"فاروق"

قادیان دارالامان مورخہ ۲۱ر جولائی ۱۹۲۹ء

دعوۃ الی الحق

امان اللہ خاں شاہ کابل کو تبلیغ

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ نے امیر امان اللہ خاں کو جبکہ وہ شاہ کابل تھا۔ دعوۃ الامیر کے نام سے جو مکتوب گرامی لکھا تھا۔ اسمیں شاہ مذکور کو حسب ذیل دعوت دی تھی۔ (ایڈیٹر)

"اے بادشاہ! خدا تعالےٰ کے مامور اور مرسل روز روز نہیں آیا کرتے۔ مسیح موعودؑ کی آمد کوئی معمولی واقعہ نہیں۔ مسیح موعود وہ ہے۔ جسے رسول کریمؐ نے سلام بھیجا ہے۔ اور فرمایا ہے۔ کہ خواہ سخت سے سخت صعوبتیں اٹھا کر بھی اس کے پاس جانا پڑے۔ تب بھی مسلمانوں کو اس کے پاس جانا چاہیئے۔ وہ نبی کریم کی امت کے لئے خاتم الخلفاء ہے۔ اور اس کے بعد قیامت کے زمانہ ہی کا انتظار کیا جا سکتا ہے۔ پس اس کے زمانہ کا ایک ایک دن قیمتی ہے۔ اتنا قیمتی کہ دنیا و مافیہا اسکے مقابلہ میں حقیر اور ذلیل ہے۔ اور خوش قسمت ہے وہ انسان جو اس کی قدر کو سمجھتا اور اس پر ایمان لاکر خدا تعالیٰ کی خوشنودی کو حاصل کرنا چاہتا ہے۔

اے بادشاہ! جب خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی مامور آتا ہے۔ تو اس کی جماعت ہمیشہ یکساں حالت میں نہیں رہتی۔ وہ غریبوں سے شروع ہوتی ہے۔ اور بادشاہوں پر جاکر ختم ہوتی ہے۔ پس ہمیشہ یہی حال نہیں رہے گا۔ کہ تمہاری جماعت غربا کی جماعت رہے۔ بلکہ یہ دن دوگنی اور رات چوگنی ترقی کریگی۔ دنیا کی حکومتیں بلکہ بھی اس کی رفتار ترقی کو روک نہیں سکتیں۔ ایک دن ایسا آئیگا۔ کہ یہ تمام جماعتوں اور فرقوں کو کھا جائیگی۔ جیسا کہ خدا نے حضرت مسیح موعود کو بشارت دی ہے۔ کہ تیرے ماننے والے قیامت تک تیرے منکروں پر غالب رہینگے اور جیسا کہ آپ کا الہام ہے۔ کہ خدا ان لوگوں کو جو آپ کی بیعت میں داخل نہ ہونگے۔ کم کرتا چلا جائیگا۔ اور ایسا ہوگا۔ کہ دنیا کے بادشاہ آئندہ اسی جماعت میں سے ہوں گے۔ یہ مغلوب نہیں رہیگی۔ بلکہ غالب آئیگی۔ اور منقوع نہیں رہیگی۔ بلکہ فاتح ہو جائیگی۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ کا الہام ہے۔ کہ "بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے"۔ مگر چیز کا ایک وقت ہوتا ہے۔ ایک ہی کام ایک وقت میں انسان کو بڑی عزت کا مستحق بنا دیتا ہے۔ اور دوسرے وقت میں اس کام کو کوئی پوچھتا بھی نہیں۔

رسول کریم صلعم پر ابتداءً ایمان لانے والے دنیا کے سردار بنے ہوئے ہیں۔ لیکن جو اس وقت ایمان لائے جب اسلام کو غلبہ حاصل ہو چکا تھا۔ ان میں سے بیسیوں کے نام بھی لوگ نہیں جانتے۔ پس جو شخص اس وقت کہ یہ جماعت کمزور سمجھی جاتی ہے۔ ایمان لاتا ہے۔ وہ خدا تعالےٰ کے نزدیک سابقوں میں لکھا جائے گا۔ اور خاص انعامات کا وارث ہوگا۔ اب بھی بہت سا وقت گذر چکا ہے۔ مگر پھر بھی عزت کے دروازے ابھی کھلے ہیں۔ اور خدا تعالےٰ کا قرب حاصل کرنا ابھی آسان ہے۔

پس میں آپ کو اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ کہ اس وقت کی قدر کریں۔ اور ربنا انا سمعنا منادیاً ینادی للایمان ان امنوا بربکم فامنا کہتے ہوئے اس آواز پر لبیک کہیں۔

میں آپ سے سچ سچ کہتا ہوں۔ کہ احمدیت کے باہر خدا نہیں مل سکتا۔ یہ یقین اور نور حضرت مسیح موعودؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت کے باہر کہیں نہیں۔ پس اس نور کو حاصل کیجئے۔ اور اس یقین کی طرف دوڑیئے۔ اور دوسروں پر سبقت لے جایئے۔ تاکہ آئندہ نسلوں میں آپ کا نام ادب اور احترام کے ساتھ یاد کیا جائے۔ اور زمانہ کے آخر تک آپ کے نام پر رحمتیں بھیجنے والے لوگ موجود رہیں۔

بیشک خدا تعالےٰ کے سلسلوں میں داخل ہونیوالے انسان ایک بڑے بوجھ کے نیچے دب جاتے ہیں۔ پس ان ذمہ داریوں سے مت گھبرایئے۔ جو حق کے قبول کرنے سے انسان پر عائد ہوتی ہیں۔ اور خدا تعالےٰ کے احسانات کو یاد کرتے ہوئے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عنایتوں کو سوچتے ہوئے اس بوجھ کے نیچے اپنا کندھا دیدیجئے۔ جس کا اٹھانا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ آپ بادشاہ ہیں۔ لیکن خدا کے حضور آپ اور دوسرے انسان برابر ہیں۔ جس طرح ان پر خدمت اسلام فرض ہے۔ آپ پر بھی فرض ہے۔ اور جس طرح ان کے لئے خدا تعالےٰ کے ماموروں کا ماننا ضروری ہے۔ آپ کے لئے بھی ضروری ہے۔ پس خدا تعالےٰ کے حکموں اور اس کی تقسیموں کو قبول کیجئے۔ اور اس کے قائم کردہ سلسلہ میں داخل ہوکر اللہ تعالےٰ کے انعامات سے اپنا حصہ لیجئے۔ کہ ان میں سے سب سے چھوٹا آپ کی ساری مملکت سے بڑا اور زیادہ قیمتی ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ من فارق الجماعۃ شبراً فلیس منّا۔ پس خدا کی قائم کردہ جماعت سے جدا رہنا نہایت خوف کا مقام ہے۔ اور خصوصاً بادشاہوں کے لئے کہ ان پر دوہری ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں ایک اپنی اور ایک اپنی رعایا کی۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیصر کو خط لکھا تھا۔ تو آپؐ نے اس کو اس امر کی توجہ دلاکر حق کو جلد قبول کرنیکی ترغیب دی تھی۔ اور تحریر فرمایا تھا۔ فان تولیت فعلیک اثم الیسیین۔ اگر تو نے انکار کر دیا۔ تو تجھ پر زمینداروں کا گناہ ہوگا۔ پس آپ حق کو قبول کرکے اپنی رعایا کے راستہ سے وہ روک ہٹا دیں۔ جو اب ان کے رستہ میں عائد ہے۔ تا ان کے گناہ آپ کو نہ دیئے جائیں۔ بلکہ ان کی نیکیاں آپ کو ملیں۔ کیونکہ جس طرح وہ بادشاہ جو حق کا انکار کرکے دوسروں کے لئے روک بنتا ہے۔ انکے گناہوں کا شریک قرار دیا جاتا ہے۔ یہ دنیا چند روزہ ہے۔ آخر مرنا ہے۔ اور خدا تعالےٰ کے حضور پیش ہونا ہے۔ غریب بھی اس دنیا سے خالی جاتا ہے اور امیر بھی۔

حصہ بقیہ بادشاہ اب تک اس دنیا سے کچھ لے گئے ہیں دیکھیں آپ کیا لے جاتے ہیں

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ کی طرف سے امیر امان اللہ خاں کو دعوت اسلام کے متعلق ایک مکتوب

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تعلیم نسوان کیلئے انتظامات

(۱)

آج تعلیم نسوان کی ضرورت پر طول طویل مضامین لکھنے یا لیکچر دینے کی چنداں ضرورت نہیں رہی۔ کیونکہ جس نسبت سے ہندوستانی مرد تعلیم یافتہ ہوتے جارہے ہیں۔ اسی نسبت سے عورتوں میں تعلیم رائج کرنے کا احساس ملک میں بڑھ رہا ہے۔

ان لوگوں کے لئے جو اس مسئلہ میں دلچسپی رکھتے ہیں یہ معلوم کرنا موجب مسرت ہوگا۔ کہ بہت سے ابتدائی مراحل طے کرنے کے بعد اس مقصد کے لئے ایک باضابطہ انجمن بن گئی ہے۔ لیڈی ارون انکی صدر ہیں۔ ہز ہائنس بیگم صاحبہ بھوپال اور ہز ہائنس مہارانی بڑودہ۔ مسز سروجنی نائیڈو اور ان کے علاوہ ہر وہ خاتون جو کم از کم ۲۰ ہزار روپیہ سالانہ بطور چندہ ادا کرسکے۔ اس کے سرپرستوں میں شمار ہونگی لائف فیلوشپ کے لئے پانصد لائف ممبری کے لئے یکصد اور معمولی فیلوشپ کے پچیس روپیہ سالانہ فیس مقرر ہے۔ اور فیس ممبری پانچ روپیہ سالانہ ہے اس انجمن کے مقاصد یہ ہیں۔ کہ ہندوستان کی عورتوں کی تعلیم کے لئے اشاعت و تبلیغ کے علاوہ اعلیٰ درجہ کی تربیت یافتہ خواتین مہیا کی جائیں۔ امور خانہ داری کی تعلیم کا خاص انتظام کیا جائے۔ اس کے علاوہ دیہات میں بھی خانگی حرفت۔ فنون لطیفہ۔ فنون خانہ داری۔ حفظانِ صحت اور دوسرے ایسے مضامین عورتوں کو تعلیم کرنے کے لئے مناسب نصاب تیار کرکے انہیں ملک میں پھیلا دیا جائے۔ اور دیہات میں معلمات کی رہائش کے لئے معقول انتظامات کرکے دیہاتی عورتوں کی تعلیم کے لئے آسانیاں بہم پہنچائی جائیں۔ اور نیز عورتوں اور لڑکیوں کی تعلیم کے لئے خاص طور پر درسی کتابیں تیار کرائے۔ ہمیں پر کیا موقوف ہے۔ ہر محب ملک اس انجمن کے قیام پر اظہار مسرت کرتا اور اس کی کامیابی کا دل سے متمنی ہے۔ اور ہم اپنے حلقہ اثر میں اس امر کی سفارش کرنے میں دلی مسرت محسوس کرتے ہیں۔ کہ خواتین حسب استطاعت ممبر جو جگہ حاصل کرسکیں ضرور کریں۔

لیکن انجمن کے ارباب حل وعقد سے یہ نہایت ضروری التماس کرنے سے نہیں رہ سکتے۔ کہ درسی کتب تیار کروانے میں وہ اس امر کو ضرور پیش نظر رکھے۔ کہ مردوں کی تعلیم کے متعلق یہ دیکھا گیا ہے۔ کہ ہندوستانی قریباً ہر امر میں اتباع مغرب کو ہی ضروری خیال کرتے ہیں۔ اور ہندوستانی بچوں کو مغربی طرز پر تعلیم دینے سے ملک کو بہت نقصانات کا سامنا ہوا ہے۔ اور اگر تعلیم نسوان میں بھی اس کے متعلق احتیاط نہ برتی گئی۔ تو ہندوستانی سوسائٹی میں ایک انقلاب عظیم پیدا ہو جائیگا۔ مغربی طرز پر تعلیم یافتہ خواتین خواہ کس قدر بھی لائق و فائق کیوں نہ ہوں۔ ہندوستانی تمدن۔ سوسائٹی اور خانگی زندگی میں ان کا وجود بجائے کسی فائدہ کے الٹا پریشان کن ہوگا۔ یہاں کا تمدن رسم و رواج۔ ملکی ہیئت۔ اخلاقی تربیت۔ اور سب سے بڑھکر اقتصادی حالت اس امر کی مقتضی ہے۔ کہ درسیات کی ترتیب و تدوین کے انتخاب و ترویج اور درسگاہوں کے قیام میں یہاں کے حالات اور ملکی و قومی روایات کو کبھی اپنی نظر سے اوجھل نہ ہونے دیں۔ کیونکہ یہاں کی متاہلانہ زندگی کی تمام مسرتیں اجتماعی زندگی کی نفاست اور نباہ اور قومی روح کی بقا کا انحصار تمام تر عورتوں پر ہے۔

زراعتی ریسرچ کونسل کا قیام

(۲)

ہندوستان کی خوشحالی اور فارغ البالی بہت حد تک یہاں کی زراعت پر منحصر ہے۔ کیونکہ یہاں کی کثرت آبادی کا مدار زراعت پر ہے۔ اور یہاں کی حکومت کی دولت کا انحصار بھی بہت حد تک زمینداروں پر ہی منحصر ہے۔ یہاں کی زراعت کی تحقیقات کی غرض سے جو کمیشن لارڈ لنلتھگو کی صدارت میں مقرر ہوا تھا۔ اس نے اپنی رپورٹ میں ہندوستان کے لئے ایک زراعتی ریسرچ کونسل کے قیام پر بہت زور دیا تھا اور لارڈ ارون وائسرائے ہند نے خانگی انگلستان سے قبل سر ٹی وجے راگھو اچاریہ کی صدارت میں ایک ایسی کونسل کے قیام کا اعلان کردیا تھا۔ اس کونسل کے مقاصد میں یہ بھی ہے۔ کہ زراعت کے متعلق نئی نئی تحقیقاتیں اہل ہند کے سامنے رکھے۔ اور لوگوں میں اصلاح یافتہ طریق کاشت اور آلات کشاورزی سے کام لینے کا احساس پیدا کرے۔ اسکے متعلق وائسرائے ہند نے یہ بھی اعلان کیا ہے۔ کہ اس کونسل کو اس رقم کے خرچ کرنے میں جو گورنمنٹ نے اس غرض سے رکھی ہے۔ خرچ کرنیکے لئے وسیع اختیارات دیئے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ نظام حیدرآباد نے بھی دو لاکھ روپیہ اس کمیشن کے لئے منظور کیا ہے۔

بے شک کسی فن کے لئے ریسرچ کا کام بہت ہی مفید اور نئی نئی تحقیقاتیں اس کی ترقی کے لئے بہت ہی ممد ہوتی ہیں۔ لیکن اس صورت میں کہ اہل فن لوگ ان تحقیقاتوں سے فائدہ اٹھانیکی استطاعت بھی رکھتے ہوں۔ ہندوستان تو ایسا غریب ملک ہے۔ کہ یہاں کے متعدد کاشتکار محض اس لئے کئی کئی فصلوں سے محروم رہ جاتے ہیں۔ کہ وقت پر ان کے پاس ایک معمولی رقم تکلیبیج خرید کر بونے کی طاقت نہ تھی۔ ایسے لوگوں کے سامنے سائنٹیفک اصولوں پر کاشتکاری کے طریقے پیش کئے جائیں۔ تو وہ ان سے کیا فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ اس لئے نئی معلومات کے ساتھ حکومت کو ان کے نفاذ اور رواج کے لئے زمینداروں کو مالی طور پر بھی امداد دینی چاہیئے۔ تاکہ وہ اپنی زندگی کو سدھار سکیں۔ اور اگر یہ نہیں۔ تو پھر کمیشنوں پر اس قدر خطیر رقوم خرچ کرنے سے تو یہی بہتر ہے۔ کہ وہی رقمیں پس افتادہ اور غریب کاشتکاروں میں تقسیم کردی جائیں۔ تاوہ اپنے پرانے طریقوں پر ہی زراعت کا کام چلانے کے قابل ہوسکیں +

اطلاع:۔ جن احباب کا چندہ فاروق ماہ جولائی میں ختم ہوگیا ہے۔ ان کے نام وی پی جاری کئے گئے ہیں۔ (ایڈیٹر)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

آریہ ہندو اور اچھوت اقوام

سائمن کمیشن جب ہندوستان آئی۔ تو اچھوت قوموں کی طرف سے ایک عرضداشت اس کے سامنے پیش ہوئی۔ جس میں اچھوتوں نے اپنی مظلومیت اور ہندوؤں کے مظالم کا مختصراً تذکرہ کیا۔ اس سرکاری یادداشت سے کچھ اقتباس ہمعصر "دور جدید" لاہور نے ۱۴ر جولائی کی اشاعت میں نقل کئے ہیں چونکہ اچھوتوں سے ہندو جھوٹی ہمدردی کا اظہار کرتے رہتے ہیں۔ اس عرضداشت کے مندرجہ ذیل حصے ان کی ہمدردی پر کافی روشنی ڈالتے ہیں۔ اچھوت اپنی عرضداشت میں لکھتے ہیں۔ کہ:۔

اپنے منہ میاں مٹھو

"آج کل ہندو کوشش کر رہے ہیں۔ کہ وہ تمام پیشہ جات پر قابض ہو جائیں۔ جس کی وجہ صرف یہ ہے۔ کہ ہمیں شاہراہ ترقی پر گامزن دیکھ کر ان کے سینوں میں حسد کی آگ بھڑک اٹھتی ہے۔ وہ گوارا نہیں کر سکتے۔ کہ ہمیں سینہ توڑ محنت و مشقت کے نتیجہ میں بھی پیٹ بھر کر کھانا نصیب ہو سکے۔ اس قابل شرم ذہنیت کا اثر یہ ہوا۔ کہ انہوں نے تمام وہ معمولی معمولی پیشہ جات جن کو آج سے چند سال پیشتر اپنی شان کے شایاں خیال نہیں کرتے تھے۔ اختیار کرنا شروع کر دیئے ہیں۔ مثلاً بوٹوں اور جوتوں کی دوکانیں۔ کپڑے دھونے کی لانڈریاں۔ نانبائی اور درزی کا کام وغیرہ وغیرہ۔ اور اس پر طرہ یہ کہ برہمن ایک خانگی نوکر کی حیثیت میں کمینہ سے کمینہ کام کرنے کے باوجود اپنے آپ کو ہم سے کہیں اعلیٰ وارفع خیال کریگا۔ اور حجت یہ کہ وہ پیدائشی برہمن ہے۔

ہمیں اس بات کے کہنے میں ذرا بھر بھی تامل نہیں۔ کہ یہ آدم کی اولاد میں تفرقہ اندازی کی روح پھیلانے والے تمام شیطان کی نسل ہیں ہم اپنے پیدا کرنے والے خدا کے لئے باعث افتخار ہیں۔

واعظوں کے لباس میں ڈاکو

کبھی وہ وقت تھا۔ کہ ہندوستان میں شودر بادشاہ راج کرتے تھے۔ ان کی سلطنت کی حدود آج کے انگریزی ہندوستان سے بہت زیادہ وسیع تھیں۔ مگر اس وقت رعایا کے تمام طبقوں سے مساوات کا سلوک روا رکھا جاتا تھا۔ آہستہ آہستہ کاہل اور سست برہمنوں نے اپنے مذہب کی مشرکانہ تعلیم پھیلانا شروع کی۔ تا آسانی سے خیرات و عطیات حاصل کرنے میں کامیاب ہو سکیں۔ یہ درحقیقت ڈاکو تھے۔ جو واعظ کی خوشنما نقاب میں ملبوس تھے۔ اگر ان میں شرافت کا کوئی حبہ باقی تھا تو وہ شودروں کی صحبت کا اثر تھا۔ شودر بادشاہ سندا۔ چندر گپت۔ بندسرا اور اشوک تھے۔ کون نہیں جانتا۔ کہ ان وسیع الخیال حکمرانوں کی مثال پیش کرنے سے ہندو تاریخ عاجز ہے۔

انگریزی حکومت اور ہندو

حکومت نے ہندوؤں کو پورے پورے اختیار دینے میں دانشمندی سے کام نہیں لیا۔ یہی حکومت کے نمک خوار آج سوراج کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ کیا انگریز ان لوگوں کے لئے ہندوستان چھوڑنے پر تیار ہیں۔ جو یک لخت ایک ایسی جابرانہ حکومت کی بنیاد رکھیں گے۔ کہ اس کی مثال تمام دنیا کی تاریخ پیش نہ کر سکے۔

ان عیاروں نے ہماری کوتہ اندیشی سے فائدہ اٹھا کر مردم شماری میں اپنے آپ کو کمینہ دانوں کا پروہت لکھوا کر انکی بہبودی و برتری کا ذمہ وار ظاہر کیا۔ یہ اسفنج کی طرح ہمارا خون چوس رہے ہیں۔ جس مفاد کی نمائندگی کے دعویدار ہیں۔ حقیقت میں اس کے خطرناک دشمن ہیں۔ کیوں کہ ہماری ترقی میں ان کے تنزل کا راز مضمر ہے۔

انگریزوں نے یہ سمجھنے میں سخت غلطی کھائی ہے۔ کہ اونچی ذاتیں ہندوستان کی قوموں کی رہنما ہیں۔ اور گورو اور پروہت ہیں۔ حکومت کی نرمی اور مروت کا ناجائز فائدہ اٹھا کر اب ان گوروؤں اور پروہتوں نے برطانیہ کے خلاف پروپاگنڈا کرنا شروع کر دیا ہے۔

ہندو عورت کو پاؤں کی جوتی سمجھتے ہیں

ان کے دلوں میں عورت کی وقعت اسی طرح معدوم ہے۔ جس طرح ان کے اسلاف کی ان کے دلوں سے وہ عورت کو اب بھی پاؤں کی جوتی سے بدتر تصور کرتے ہیں۔ ان کے ہاں عورت مذہباً مساوات کے حقوق سے محروم ہے۔

الغرض ہندوؤں کے ہاں عورت ایک نہایت حقیر اور بے بس جانور ہے۔ اگر کمیشن ان کو غلامی کی زندگی سے مخلصی دلانے میں کامیاب ہو گئی۔ تو ہم جانینگے۔ ابھی کئی اور روح فرسا امور قابل ذکر ہیں۔ دیو بجی کتوں اور کوؤں کو کھلا سکتے ہیں۔ مگر اپنے اقرباء کی بیواؤں کی طرف روٹی کا ٹکڑا انہیں پھینک سکتے۔ ان کی بیوہ اپنے مردہ شوہر کے ہاں تمام گھر کے لوگوں کی نوکر بن جاتی ہے۔ سخت سے سخت اور کمینہ سے کمینہ کام اس کے حصہ میں آجاتا ہے۔ اور ان کے لئے آرام اور خوشی شجر ممنوعہ ہے۔ ان کے ہاں اس امر پر سختی سے عمل کیا جاتا ہے۔ کہ بیوہ صرف ایک دفعہ کھانا کھائے۔ نہایت پابندی کے ساتھ برت رکھے۔ بال منڈوائے۔ لبوں پر مسکراہٹ نہ آنے دے۔

... اور شادی کے کاروبار میں قطعاً حصہ نہ لے۔ ایک ...

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سلسلہ احمدیہ اور آریہ سماج کے متعلق تجویز نہایت ہی معقول ہے

اخبار ٹیلیگراف دہلی کے غیر جانبدار ایڈیٹر صاحب نے آریہ اخبارات کے آئے دن کے اس جھوٹے پروپاگنڈے اور بے جا شور کرنے پر کہ احمدی جماعت اور اس کے پیشوا نے آریوں کے بزرگوں کو گالیاں دینے میں پیشقدمی کی ہے۔ ان کو روکا جائے نہایت ہی معقول یہ تجویز پیش کی ہے۔ کہ اس نزاع کے فیصلہ کے لئے ایک غیر جانبدارانہ تحقیقاتی کمیٹی بنائی جائے۔ جس کے دو ہندو۔ دو مسلمان۔ دو سکھ۔ دو عیسائی ممبر ہوں۔ جن کے سامنے آریہ صاحبان احمدیوں کی ابتداء سے انتہا تک کی کتابوں کے وہ اقتباسات پیش کریں۔ جن کو وہ اپنے دعوی کے ثبوت میں کامل شہادت کے طور پر سمجھتے ہوں۔ اور احمدی صاحبان آریہ صاحبان کی ابتداء سے انتہا تک کی کتابوں کے ایسے اقتباسات پیش کریں۔ جن کو وہ اپنے ثبوت کے لئے کافی سمجھتے ہوں۔ اور ہر ایک اقتباس میں جو حوالہ دیا جائے۔ وہ بقید سنہ طبع کتاب وغیرہ کے ہو۔ اسپر ممبران کمیٹی دیانتداری اور صدق شعاری سے کامل غور و تحقیق کے بعد اپنا فیصلہ لکھیں۔ جو کثرت رائے پر مبنی ہو۔ پھر جس فریق کے خلاف وہ فیصلہ ہو۔ اس فریق کے تمام لٹریچر کو آگ لگادی جائے۔ اور جس فریق کا دفاعی رنگ میں یا جوابیہ کے طور پر لکھا ہوا لٹریچر ثابت ہو۔ اس کو اجازت دی جائے۔ کہ وہ اپنی تحریرات کی اشاعت و تبلیغ جاری رکھے۔

یہ تجویز بجائے اخبارات میں واویلا کرنے کے بدامنی پھیلانے کے بالکل فیصلہ کن اور از حد مفید ہے۔ اگر آریہ سماج اپنے اس دعوی بے دلیل میں راستی پر ہے کہ احمدیہ جماعت نے ان کے بزرگوں پر بیشمار گالیوں کی بوچھاڑ کرنے میں سبقت کی ہے۔ تو وہ اس نتیجہ خیز اور سہل ترین تجویز کو فوراً سے پیشتر منظور کر کے اعلان کر دے اور ہم بفضلہ تعالےٰ ببانگ بلند کہتے ہیں۔ کہ ہم کو یہ تجویز بسر و چشم منظور ہے۔ بلکہ ممبران کمیٹی کے ایک مقام پر جمع کرنے اور دیگر ان کے مصارف خورد و نوش میں جو خرچ ہوگا۔ وہ دونوں فریق بحصہ مساوی نصفا نصف ادا کریں۔ ہمیں اس تجویز سے قطعاً اختلاف نہیں۔ ہم چاہتے ہیں۔ کہ یہ روز روز کا جھگڑا فیصل ہو۔ اور دنیا کو معلوم ہو جائے۔ کہ دونوں میں سے کون بدزبان اور مفسد بد تہذیب اور دروغگو ہے۔ اگر آریہ ایڈیٹران اخبار نے اس کو منظور نہ کیا۔ تو سمجھ لیا جائے گا۔ کہ آریہ سماج کا شور و شر محض لوگوں کو اور گورنمنٹ کو دھوکا دینے کی غرض سے ہے۔ ورنہ کوئی وجہ نہیں۔ کہ ایسی آسان اور مفید تجویز کو تسلیم نہ کیا جاوے۔ ہاں اس تجویز سے بہتر اگر کوئی صورت اس فیصلہ کی آریہ سماج پیش کرنا چاہے۔ یا اس تجویز میں کسی قسم کی ترمیم بصورت کمی و بیشی و تبدیلی کرنا پسند کرے تو وہ پیش کرے۔ ہم اس پر غور کر کے اپنی رائے کا اظہار کر دینگے اور جو شرائط اس کے بارے میں آریہ دوست تجویز کریں۔ ہم ان پر بھی توجہ کرنے کے لئے تیار رہیں۔ مگر ہمارا پختہ خیال یہی ہے۔ کہ آریہ سوسائٹی کبھی اس طریق فیصلہ پر آمادہ نہ ہوگی۔ کیونکہ ان کو خوب معلوم ہے۔ کہ ان کے خلاف فیصلہ صادر کرانے کا ضرورت سے بھی زائد مواد ان کے گھر میں موجود ہے۔ بہرحال پبلک دیکھ لے گی۔ کہ آریہ اس تجویز کو کہاں تک منظور و قبول کر کے آگے بڑھتے ہیں۔ آریہ صاحبان نے اگر اس تجویز کو منظور کر لیا۔ جسکی ۹۹ فیصدی امید نہیں۔ تو پھر تقرر ممبران اور دیگر فروعی امور طے کر لئے جائیں گے۔ جو برادرانہ فریقین ہونگے۔ معزز مسلم اخبارات اس تجویز کو نقل فرما مشکور فرماویں۔

تحفہ مستریان مفت

فتنہ مستریان مشین سیویاں کے قلع و قمع کے لئے خدا کے فضل و رحم کے ساتھ خاکسار ایڈیٹر فاروق کا "تحفہ مستریاں" ایک ایسا حربہ ثابت ہوا ہے۔ کہ مستریوں کے اگلے اور پچھلے چھوٹے اور بڑے سارے ہی لگے سگے اس کی ضرب سے اس قدر نالاں ہیں کہ تاب مقابلہ نہ رکھ کر اسکے جواب سے عاجز ہو چکے ہیں۔ اور یہ ٹیکہ مستریوں کے کیڑے کو ہلاک کرنیکے لئے نہایت مؤثر اور مفید ثابت ہوا ہے۔ چنانچہ "تحفہ مستریاں" کے متعلق اخویم ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب سول سرجن کیمل پور نے خاکسار ایڈیٹر فاروق کو تحریر فرمایا کہ:۔

"جزاکم اللہ خوب لکھا ہے۔ اور اس ترتیب اور وضاحت سے لکھا۔ کہ جس سے مرتدوں کا بتدریج ارتداد کی طرف جانا پورے ثبوت کے ساتھ ثابت ہو گیا۔ میری رائے ہے۔ کہ یہ "تحفہ" ہر جماعت اور ہر مقام پر پہنچانا چاہیئے۔ آپ کو اس کی تحریر اور مدلل تحریر پر مبارکباد دیتا ہوں"

خاکسار ایڈیٹر فاروق نے بغرض اشاعت کثیر اس کی قیمت لاگت سے بھی ۴ پائی کم کر کے صرف ۲ رنی کاپی کر دی ہے۔ چنانچہ مکرمی حکیم محمد عمر صاحب مہاجر قادیان نے "تحفہ مستریاں" کی دو سو کاپیاں بغرض تقسیم مفت خرید فرما کر مجھے ارشاد کیا ہے۔ کہ جن جن مقامات میں مستریوں کا فتنہ پہنچا ہے۔ ایسے مقامات کے احمدی احباب جو خود خرید کر تقسیم نہ کر سکتے ہوں۔ وہ بحساب ایک آنہ کی کاپی محصول ڈاک بھیجکر دفتر فاروق سے جس قدر کاپیاں چاہیں مفت منگالیں۔ اور جو احباب توفیق رکھتے ہیں۔ وہ اپنی جیب سے خرید کر اس تحفہ کو تقسیم کریں۔ جو ایک روپیہ کے ۸ نسخے اور بارہ روپیہ آٹھ آنہ کے سو نسخے علاوہ محصول ڈاک دفتر فاروق سے مل سکتے ہیں۔ اگر بیرونی انجمن ہائے اپنے احباب سے چندہ کر کے سو سو۔ پچاس نسخے خرید کر ان لوگوں میں تقسیم کریں۔ جو مستریوں کے اخبار "مباہلہ" سے زخمی ہو چکے ہیں۔ تو نہایت کار ثواب ہے۔ اور احمدیوں کا فرض۔

ملنے کا پتہ:۔ مینجر اخبار فاروق قادیان۔ پنجاب

Digitized by Khilafat Library Rabwah

یسوبی ابلہ فریبی

(۱۵)

چونکہ صادقوں کی مخالفت کرنی اور ان کو بُرا کہنا اور ان کی عیب چینی کرنا عام لوگوں کا شیوہ ہو گیا ہے۔ اور اکثر لوگ اس میں اپنی شہرت اور ناموری خیال کرتے ہیں۔ اور خدا سے قطعاً کوئی خوف نہیں کھاتے۔ اور اس بات کو دل سے بالکل بھلا دیتے ہیں۔ کہ جتنے سادہ لوح اور نیکی کی طرف رجحان رکھنے والے لوگ ہماری ان چالاکیوں اور دھوکا دہیوں سے صراط مستقیم کو کھو بیٹھیں گے۔ ان کی روگردانی کے گناہ میں ان کا بھی حصہ وافر ہوگا۔ سو اسی قسم کے لوگوں میں سے ایک شخص محمد یعسوب نامی مونگھیر کے رہنے والے ہیں۔ انہوں نے بھی ایک کتاب مسمی بہ آئینہ کمالات مرزا" اس قلیل سے لکھی ہے۔ اور اس میں انہوں نے حضرت مسیح الموعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعاوی کو بہت بھیانک صورت میں لوگوں کے سامنے پیش کیا ہے۔ اور لوگوں کو مغالطہ میں ڈالنے کی سعی بلیغ کی ہے۔

میں اس وقت ان کے موٹے موٹے چند اعتراضوں کے جواب قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ تاکہ اہل دانش ان کی ان چالاکیوں سے واقف ہو جاویں۔ اور تحقیق حق کرنے والے بھی مشاہدہ کر لیں۔ کہ حق کس کی طرف ہے۔

طاعون اور قادیان

آپ اپنے رسالہ کے صفحہ ۱۴ پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی "دافع البلاء" کی یہ عبارت نقل کرتے ہیں:۔

"خدا تعالےٰ بہر حال جب تک کہ طاعون دنیا میں ہے۔ گو ستر برس تک رہے۔ قادیان کو اس کی خوفناک تباہی سے محفوظ رکھیگا کیونکہ یہ اس کے رسول کا تخت گاہ ہے"

اس عبارت کے نقل کرنے کے بعد اپنی کج فہمی سے یہ غلط نتیجہ نکالتے ہوئے رقمطراز ہیں۔ کہ "اس قول میں صاف طور سے تمام قادیان کے محفوظ رہنے کی پیش گوئی ہے" میں محولہ عبارت کو جمیع اہل بصیرت کے سامنے پیش کر کے انصاف کی درخواست کرتا ہوں۔ کہ وہ بتائیں۔ کہ اس مندرجہ بالا "دافع البلاء" کی عبارت میں کونسا ایسا لفظ ہے۔ جس کے معنے یہ ہوں۔ کہ سارا قادیان طاعون سے محفوظ رہے گا۔ کوئی نہیں اور ہرگز ایسا کوئی لفظ نہیں۔ بلکہ کوئی شخص حضرت صاحب کی کسی دیگر کتاب یا تحریر سے بھی ایسا لفظ نہیں دکھا سکے گا۔ جس کا مطلب یہ ہو۔ کہ سارا قادیان طاعون سے محفوظ رہے گا۔

حفاظت قادیان کی وضاحت

اس کے برخلاف لوگوں کو ٹھوکر سے بچانے کے لئے حضرت احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام نے "کشتی نوح" میں اس کی وضاحت کھول کر کر دی ہے۔ کہ حفاظت سے کیا مراد ہے۔ حضورؑ فرماتے ہیں۔ کہ:۔

"میرے منجانب اللہ ہونے کا یہ نشان ہوگا۔ کہ میرے گھر کے چاردیواری کے اندر رہنے والے مخلص لوگ اس بیماری کی موت سے محفوظ رہیں گے۔ اور میرا تمام سلسلہ نسبتاً و مقابلتہً طاعون کے حملہ سے بچا رہیگا۔ اور وہ سلامتی جو اُن میں پائی جاویگی۔ اسکی نظیر کسی گروہ میں قائم نہیں ہوگی۔ اور قادیان میں طاعون کی خوفناک آفت جو تباہ کر دے نہیں آئیگی۔ الا کم اور شاذ و نادر"

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحبؑ کی مراد اور خدا تعالےٰ کا فرمان یہ ہے۔ کہ بربادی افگن طاعون قادیان میں نہیں آئیگی۔ ہاں معمولی طاعون آسکتی ہے۔ لیکن قادیان کے باشندوں میں سے بھی غیر مذاہب کے لوگوں کی نسبت احمدی پھر بھی کم ہی فوت ہونگے۔ اور اس بات کی زیادہ توضیح حضورؑ کا ایک یہ الہام بھی کرتا ہے۔ کہ:۔

"انی احافظ کل من فی الدار" جس سے مراد دو طرح کے گھر ہو سکتے ہیں۔ روحانی اور جسمانی۔ اور جسمانی گھر چونکہ ایسا ہوتا ہے۔ کہ اس کی حدود ہر ایک، معلوم کر سکتا ہے۔ اور ساتھ ہی کسی کے اس کے اندر یا باہر ہونے کو عاقل اور جاہل دونوں قسم کے لوگ جانتے ہیں۔ اس لئے خدا تعالےٰ نے اس ظاہری گھر کے متعلق تو فرما دیا۔ کہ اس کی چاردیواری کے اندر جو بھی آجاوے گا۔ وہ طاعون سے بالکل محفوظ رہے گا۔ اور اس کو پرکھنا کچھ مشکل نہیں۔ کیونکہ یہ بالکل بین ہوتا ہے۔ اسی واسطے ہر ایک کو معلوم ہے۔ کہ پیشگوئی کے عین مطابق کوئی آدمی بھی جو آپؑ کے گھر کی چاردیواری کے اندر تھا۔ مرض طاعون سے فوت نہیں ہوا۔ آدمی کیا کوئی چوہا بھی جو آپ کی چاردیواری کے اندر تھا اس بیماری سے نہیں مرا۔ اور یہ بات جو مونگھیری مصنف رسالہ نے لکھی ہے۔ کہ مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم سیالکوٹی کی وفات سے جو کہ جناب مرزا صاحبؑ کے مخلص مرید تھے۔ یہ پیشگوئی باطل ٹھہرتی ہے۔ سراسر دروغ گوئی پر مبنی ہے۔ کیونکہ جناب مولوی عبدالکریم صاحب رضی اللہ عنہ طاعون سے ہرگز فوت نہیں ہوئے۔ مصنف مذکور کی یہ خلاف بیانی صاف طور پر ظاہر کر رہی ہے۔ کہ وہ ناواقف مسلمانوں کو اندھیرے میں رکھنا چاہتا ہے۔ اور اس غلط بیانی سے اس کی غرض صرف اپنا اُلّو سیدھا کرنا ہے۔ اور دوسری مراد "دار" سے دار روحانی ہو سکتی ہے۔ اور چونکہ دار روحانی کی حدود صرف خدا تعالےٰ کو ہی معلوم ہیں۔ انسان اس کی حدود کو نہیں جانتا۔ کیونکہ خدا تعالےٰ نے اس علم کو لوگوں پر ظاہر ہی نہیں کیا۔ اسی وجہ سے حضورؑ نے اس کی حد بندی نہیں کی۔ تاکہ ایسا نہ ہو۔ کہ میری حدود کے مقرر کرنے میں غلطی اور لاعلمی کی وجہ سے کسی مخلص کو نقصان ہو۔ اور اس کے لئے میری بات ٹھوکر کا موجب بن جاوے۔ صرف یہ فرما دیا۔ کہ جنکی نسبت اور کوئی وجہ مخفی ہو جو خدا کے علم میں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہو۔ ان پر طاعون وارد ہو سکتی ہے"

مونگھیری کا ایک دوسرا اعتراض

اس کے بعد مصنف صاحب ایک اور اعتراض لوگوں کے سامنے بڑے زور شور سے پیش کرتے ہیں۔ کہ دیکھو جی مرزا صاحب علیہ السلام کہتے ہیں۔ کہ:۔

"میسیے الکجاست تا بہ نہد پا بہ منبرم"

گویا اپنے آپ کو حضرت مسیح ناصری پر فضیلت دیتے ہیں۔ حالانکہ اس کے برخلاف حدیث میں آنحضرت ﷺ کے متعلق آتا ہے۔ کہ "تم مجھے یونس ابن متی پر فضیلت مت دو" یعنی آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں۔ کہ کسی نبی کو دوسرے پر فضیلت مت دو۔ مصنف کا یہ اعتراض جس قدر کم علمی اور دھوکا بازی پر مشتمل ہے۔ شائد ہی کوئی اور ہو۔ کیونکہ ہم حدیث میں صاف طور پر لکھا پاتے ہیں۔ کہ لو کان موسیٰ وعیسیٰ حیین لما وسعھما الا اتباعی۔ یعنی اگر موسیٰ اور عیسیٰ بھی زندہ ہوتے تو وہ میری پیروی کرتے۔ اس پر اگر کوئی یہ اعتراض کرے۔ کہ حدیثوں میں پھر تناقض لازم آیا۔ تو اس کا حل یہ ہے۔ کہ قرآن کریم میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ ما ینطق عن الھوی۔ کہ جب تک نبی کو خدا تعالیٰ نہ بتاوے کہ تو فلاں سے افضل ہے وہ اس کا اعلان نہیں کرتا۔ چنانچہ ایسا ہی آنحضرت ﷺ کے ساتھ ہوا۔ جب تک خدا تعالیٰ نے آپ کو آپ کا جمیع انبیاء سے افضل ہونا نہ بتایا۔ آپ نے اپنے آپ کو کسی پر فضیلت نہ دی۔ لیکن جب خدا تعالیٰ نے بتا دیا۔ کہ آپ سب انبیاء سے افضل ہیں۔ تو آپ نے بھی فرما دیا۔ کہ اگر موسیٰ اور عیسیٰ بھی زندہ ہوتے۔ تو وہ میری اتباع کرتے۔ ان دونوں کا ذکر اس واسطے کیا۔ کہ ان دونوں نبیوں کو ہی لوگ سب سے افضل قرار دیتے ہیں۔ اور انہیں کے پیرو اکثر آپ کے ارد گرد رہتے تھے۔

پھر اس بات کے ثبوت میں کہ ایک نبی کو دوسرے نبی پر فضیلت ہوتی ہے۔ قرآن کریم کی یہ آیت موجود ہے۔ تلک الرسل فضلنا بعضھم علیٰ بعض منھم من کلم اللہ ورفع بعضھم درجٰت پ ۳ ع ۔ کہ ہم نے ان رسولوں میں سے جن کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔

مونگھیری کا تیسرا اعتراض

پھر مصنف رسالہ ہذا اسی قسم کے ایک اور گمراہ کن رستے پر قدم مارتے ہوئے عیسائیوں اور ایسے مسلمانوں کو اس طرح پر جناب احمد علیہ السلام کے خلاف اکساتے ہیں کہ مرزا صاحب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کرتے ہیں۔ جس کو کہ عیسائی اور مسلمان دونوں بزرگ سمجھتے ہیں۔ یہ اعتراض سابقہ اعتراضوں سے بھی بڑھکر مصنف مذکور کی جہالت کا مظہر ہے۔ کیونکہ اس اعتراض میں ذرہ بھی سچائی نہیں۔ ساری عمارت کی بنیاد جھوٹ اور دھوکے پر ہے۔ ہم حضرت مرزا صاحب کی اکثر کتب میں دیکھتے ہیں۔ کہ آپ نے متعدد بار حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعریف کی ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔

"اے عزیزو خدا تم پر رحم کرے۔ اور تمہاری آنکھیں کھولے۔ حضرت عیسیٰ خدا نہیں۔ وہ صرف ایک نبی ہے۔ ایک ذرہ اس سے زیادہ نہیں۔ اور بخدا میں وہ سچی محبت اس سے رکھتا ہوں۔ جو تمہیں ہرگز نہیں۔ اور جس نور کے ساتھ میں اسے شناخت کرتا ہوں۔ تم ہرگز اسے شناخت نہیں کر سکتے۔ اس میں کچھ شک نہیں۔ کہ وہ خدا کا ایک پیارا برگزیدہ نبی تھا۔ اور ان میں سے ایک تھا۔ جن پر خدا کا ایک خاص فضل ہوتا ہے۔ اور جو خدا کے ہاتھ سے پاک کئے جاتے ہیں۔ مگر خدا نہیں اور نہ خدا کا بیٹا تھا"

(تتمہ حقیقۃ الوحی کے بعد ص۵ اشتہار دعوۃ الحق)

پھر اس کے علاوہ آپ نے اپنے آپ کو کئی جگہ حضرت مسیح ناصری سے کمال مشابہت دی ہے۔ تو بھلا کون ایسی الٹی عقل والا ہے۔ کہ ایک طرف تو اپنے آپ کو کسی کے مشابہ قرار دے۔ اور مشابہ بھی ایسا کہ گویا وہ اور یہ دونوں ایک جوہر کے دو ٹکڑے ہیں۔ اور پھر دوسری طرف اس کی مذمت کرنے لگے یہ دونوں امر آپس میں ایسے نقیض ہیں۔ جو اکٹھے نہیں ہو سکتے۔ اس قسم کے سوالات کا مفصل جواب فاروق کے ایک گذشتہ پرچہ میں دیا جا چکا ہے۔ اس لئے تفصیل کی ضرورت نہیں۔

ہاں صرف اتنی بات کا جاننا ضروری ہے۔ کہ جس جس جگہ آپ نے حضرت مسیح ناصری کے متعلق ذرا درشت کلامی سے کام لیا ہے۔ اس جگہ مخاطب عیسائی ہیں۔ جو ان کو خدا کا بیٹا تسلیم کرتے ہیں۔ تو آپ نے ان کو الزامی جواب دینے کی غرض سے ان کی کتابوں میں سے ان حالات کو ان کے سامنے رکھا ہے۔ کہ تم ایسے یسوع کو خدا کا بیٹا بناتے ہو جس کے متعلق تم عیسائیوں نے ہی اپنا عقیدہ ایسا لکھا ہے۔ جو کہ سراسر الوہیت کے مخالف ہے۔ نہ یہ کہ آپ کا بھی یہی عقیدہ تھا۔ کہ واقعی حضرت مسیح ایسے ہیں۔ چنانچہ حضرت مرزا صاحب نے مندرجہ بالا مقام پر ان کی تعریف کرتے ہوئے اپنے عقیدے کا اظہار فرما دیا ہے ؛

مونگھیری کی خواب بینی

پھر مصنف مذکور "آئینہ کمالات مرزا" میں ایک اور گمراہی کا پہلو اختیار کرتے ہیں۔ جس سے ان کا مقصد یہ ہے۔ کہ تا لوگوں کو یہ یقین ہو جائے کہ خدا تعالیٰ نے بذریعہ رویاء بعض لوگوں پر یہ ظاہر کر دیا ہے۔ کہ سلسلہ احمدیہ سچا نہیں۔ اس وجہ سے انہوں نے بعض لوگوں کی خوابیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف تحریر کی ہیں۔ حالانکہ خوابوں کی صحت اور سقم کے متعلق بحث کرتے وقت سب سے زیادہ اس بات کو ملحوظ رکھا جاتا ہے کہ خواب دیکھنے والے کا میلان طبع کس طرف ہے۔ کیونکہ خواب میں اگر آدمی خدا رسیدہ نہ ہو۔ تو ممکن ہے۔ کہ اس کی خواب شیطانی ہو۔ جس کی مثال مصنف مذکور کے خواب میں سید عبدالرحمٰن کی خواب

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہے۔ یہ ان کو ان دنوں آئی۔ جب کہ وہ "مسیح کاذب" کے مسودوں کی دیکھ بھال کر رہے تھے۔ تو ضرور ہے اس وقت ان کے خیالات بھی وہی ہوں۔ جو کچھ رسالہ "مسیح کاذب" میں لکھا ہے۔

اور دوسرے اس بات کی تحقیق کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ کہ اس خواب کو بیان کرنے والا متقی اور پارسا بھی ہے یا تعصب نے اس کے اندر گھر کیا ہوا ہے۔ اور اس کی طہارت کا ثبوت اس جگہ کے عام لوگوں کی گواہی سے ہی ہو سکتا ہے۔ نہ صرف ایک مکذب آدمی کے اپنے خیال سے۔ جیسے کہ مصنف مذکور نے خواب بیان کرنے والے کی تعریف میں لکھ دیا۔ کہ خواب بیان کرنے والا ذاکر اور مشاغل شخص ہے۔ یہ شہادت مدعی سست اور گواہ چست کی مصداق ہے۔ جو قابل پذیرائی نہیں۔ لیکن قطع نظر ان سب مندرجہ بالا امور کے پھر بھی ان خوابوں سے وہ نتیجہ ہرگز نہیں نکلتا۔ جو کہ مصنف نے نکالا ہے۔ کاش کہ وہ ذرا آنکھوں سے تعصب کی پٹی اتارتے اور دیکھتے کہ اس خواب سے کہ "حکیم خلیل احمد سور چرا رہے ہیں"۔ یہ نتیجہ کس طرح نکل سکتا ہے۔ کہ سور سے مراد احمدی لوگ ہیں۔ کیونکہ خواب کی دونوں چیزوں میں سے ایک انسان ہے۔ اور دوسری چیز سور ہے۔ اور سور اور انسان ایک نہیں ہو سکتے۔ لیکن جو آپ نے تعبیر کی ہے۔ کہ چرواہے سے مراد حکیم صاحب ہیں۔ اور جو احمدی ان کے پاس آتے ہیں۔ وہ سور ہیں قطعاً خلاف عقل و علم ہے۔ کیونکہ چرواہا اور جن کو چرا رہے ہیں۔ دونوں احمدی ہیں اور ایک ہی جنس سے ہیں۔ حالانکہ خواب میں دو مختلف اقسام کی چیزوں کو دیکھا گیا ہے۔ پھر مراد اس سے ایک ہی جنس کی چیزیں کیونکر لی جاتی ہیں۔ یہ صریح طور پر غلط ہے۔ اس لئے ثابت ہوا۔ کہ جو تعبیر اس خواب کی کی گئی ہے۔ وہ نہایت ہی بے ہودہ ہے۔ اس کی صحیح تعبیر معلوم کرنے کے لئے ضروری ہے۔ کہ جس طرح خواب میں دونوں چیزیں ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ اسی طرح جو اس سے مراد لی جاویں۔ وہ بھی ایک دوسرے کی ضد ہوں۔ اور چونکہ احمدی حکیم صاحب کی ضد نہیں ہیں۔ اس لئے حکیم صاحب کی ضد غیر احمدیان مونگھیری ہو سکتے ہیں۔ اور خواب میں اس بات کی تعیین ہو گئی ہے۔ کہ چرانے والے حکیم صاحب ہیں۔ جو کہ انسان ہیں اور احمدی ہیں اور چرنے والے جو ان اور ناپاک جانور ہیں۔ تو لازم آیا۔ کہ جن کو چراتے ہیں۔ وہ انسان نہیں بلکہ سور ہیں۔ اور چونکہ وہ جانور ہیں جنکو وہ چراتے ہیں۔ لہذا وہ تو احمدی ہو ہی نہیں سکتے۔ وہ یقیناً مونگھیری غیر احمدی ہیں۔ جن کو سور کی شکل میں خواب دیکھنے والے نے دیکھا۔

(۲) تعبیر الرویا کی کتاب تعطیر الانام میں صاف طور پر لکھا ہے۔ الخنزیر عدو ملعون فی الرویا کہ رویا میں خنزیر سے مراد ملعون دشمن ہوتا ہے۔ اس لئے تعبیر یہ ہوئی۔ کہ حکیم صاحب اپنے ملعون دشمنوں کو چرا رہے ہیں۔ جو کہ غیر احمدیان مونگھیری ہیں۔ احمدی تو ان کے دشمن نہیں ہو سکتے! فافہم وتدبر ولا تکن من المنکرین ؛

(۳) نیز کسی جانور کو چرانے سے چرانے والے پر کسی قسم کا کوئی عیب نہیں لگ سکتا۔ جیسے کہ اس کی مثال حضرت مسیح ناصری ہیں۔ جو کہتے ہیں کہ میں بنی اسرائیل کی گم شدہ بھیڑوں کی رکھوالی کے لئے آیا ہوں۔ اور چونکہ یہود کی حالت بھیڑوں سے ملتی جلتی تھی۔ کہ ان میں بھیڑ چال تھی۔ کہ کسی بات پر خود غور نہ کر کے نا صرف دوسرے کی دیکھا دیکھی کسی کام کو کرنا۔ خواہ وہ اپنے لئے نقصان دہی کیوں نہ ہو۔ اس لئے ان کو بھیڑوں سے تشبیہ دی۔ لیکن چونکہ مونگھیر کے مسلمان خصوصاً وہ لوگ جن کے چرواہے حکیم خلیل احمد صاحب تھے۔ ان کے خصائل سور کے خصائل سے بے حیائی اور نقصان دہی میں بہت کچھ ملتے جلتے تھے۔ اس لئے ان کو انکے قبیل ہی کی شکل میں ظاہر کیا گیا۔ اور حکیم صاحب کو ان کا چرواہا اسی طرح بنایا گیا۔ جس طرح حضرت مسیح ناصری کو بنی اسرائیل کا چرواہا بنایا گیا تھا۔

اس کے بعد ایک اور خواب کا ذکر کیا ہے جو ان کے ہم نوا حاجی عبدالرحمن کا ہے۔ کہ اس حاجی نے خواب میں اپنے والد صاحب کو دیکھا۔ کہ وہ اس بچہ حاجی پر تصویریں بنانے کی وجہ سے ناراض ہو رہے ہیں۔ اور اس برخوردار نے اپنے باپ کے سامنے تصویروں کے بنانے سے انکار کیا۔ کہ میں نے تو کبھی نہیں بنائیں۔ اس کے انکار پر حاجی مذکور کے باپ نے جھٹ "رسالہ مسیح کاذب" کھول کر دکھا دیا۔ جس کا وہ مسودہ دیکھ رہا تھا۔ جس میں جگہ جگہ مرزا غلام احمد صاحب کا ذکر کیا گیا ہے۔ اور ان کو سور کی شکل (نعوذ باللہ) میں پیش کیا ہوا ہے۔ حالانکہ حقیقت میں ایسا نہیں۔ بلکہ مصنف رسالہ مسیح کاذب کی طرف سے ایسا پیش کیا گیا ہے۔ یہ خواب بھی صریحاً ان کے اپنے ہی خلاف ہے۔ کیونکہ ان کے والد صاحب تو ان کے اس برے کام یعنی اس رسالہ کے مسودہ دیکھنے اور اس رسالے کے عقائد سے متفق ہونے پر برافروختہ ہو رہے ہیں۔ لیکن وہ ایسے ناخلف نکلے۔ کہ باوجود اپنے والد صاحب کے اس پر ناراضگی کے اظہار کے پھر بھی اپنی ضد سے نہ ہٹے اور اس کام کو جاری رکھا۔ حالانکہ چاہیئے تھا۔ کہ اگر ان کے دل میں اپنے والد کی عزت ہوتی تو وہ فوراً ایسے ناہنجار کام سے باز آجاتے۔ امید ہے۔ یعسوب مونگھیری اپنی تعبیروں کو غلط قرار دے کر ہماری صحیح تعبیروں کی تصدیق کرینگے۔ اور آئندہ اگر زندہ ہیں تو ایسی واہیات باتیں لکھکر اپنا نامۂ اعمال سیاہ کرنے سے باز رہیں گے ؛

(خادم عبدالرحمن بوتالوی مولوی فاضل جامعہ احمدیہ قادیان)

محقق

یہ ایک جیبی پاکٹ بک ہے۔ جس میں ۱۳۴۱ ثبوت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کے درج کئے گئے ہیں۔ مدت ہوئی کہ یہ مجموعہ دہلی سے ڈاکٹر شفیع احمد صاحب بی۔ ایچ ڈی نے طبع کر کے شائع کیا تھا۔ اور پھر ختم ہو گیا۔ اس کی ایک کاپی ہمیں برائے فروخت ملی ہے۔ ۴۸۴ صفحات ہیں۔ مناظرین و مبلغین اس کو ہر وقت...

قیمت ایک روپیہ آٹھ آنہ۔ علاوہ محصول ڈاک۔ دفتر فاروق سے طلب کریں +

Digitized by Khilafat Library Rabwah

انقلاب افغانستان میں خدا کی قدرت کے نشان

ایک شخص کو کسی نے کہا۔ کہ تمہاری بیوی بیوہ ہو گئی۔ اب کیا تھا۔ خاوند صاحب لگے رونے پیٹنے۔ انہیں اس سے غرض نہیں کہ بیوی کب بیوہ ہوا کرتی ہے ایک شخص نے کہا۔ اور انہوں نے عقل سے کام لئے بغیر تسلیم کر لیا۔ لوگوں نے ان کو بہت سمجھا کر کہا۔

کہ وہ تیرے جیتے جی بیوہ کیسے ہوئی
تو فرمانے لگے ؎ یہ تو سب سچ ہے اے میرے بھائی
مگر کاغذ اور اس پہ مہر بھی ہے عیاں
جھوٹ کا اس پہ کس طرح ہو گماں
مگر سے آیا ہے معتبر نائی

اور وہ معتبر نائی کون ہے۔ ہی ظفر الی بقول اخبار ریاست کے گدائے لم یزل جس غریب کا گذارہ اوقات ہی ضمیر فروشی پر ہے۔ جس نے بھولے بھالے میاں نجم العارفین کو اپنی جیب سے پیسہ دیکر اپنی ٹی پارٹی کرائی اور اپنے اخبار میں شائع کر دیا کہ ایک دو دہلی کے معزز سوداگر کی طرف سے ایٹ ہوم" انشاء اللہ پھر کسی موقعہ پر ہم ایٹ ہوم کی قلعی کھولینگے ؎

جدا کرینگے ہم اس طرح حق و باطل کو
کہ جیسے دودھ سے مکھی نکال لیتے ہیں
نکال لیتے ہیں جس طرح عطر پھولوں کا
ہر ایک بات کا ہم جی نکال لیتے ہیں

کچھ زمانہ سے اخبار بین اور اخبار نویس حضرات میں بعض ایسے بے دال کے بودم واقع ہوئے ہیں۔ کہ بنہیں حقیقت بین نگاہ اور دل دد ماغ میسر ہی نہیں غور کرنا چاہیئے۔ کہ مولوی مفتی اگر یہ فتوٰی دیدیں۔ کہ پردہ کرنا حرام ہے۔ نیم برہنہ ہو کر کولھے مٹکا مٹکا کر غیر مردوں کی نگریں ہاتھ ڈال کر ناچنا ثواب ہے۔ ڈاڑھی منڈوانا فرض ہے۔ ہیٹ لگانا اور ایسی پتلون اور برجس نکر وغیرہ پہننا ضروری ہے۔ کہ جس سے نماز کے ارکان بھی پورے نہ ہو سکیں۔ تب تو امان اللہ شاہی نیم عیسائی مسلمانوں کے نزدیک مولوی اور مفتی پکے مسلمان ہیں۔ اگر مولانا نے ان کے خلاف فتوٰی دے دیا۔ تو پھر یقیناً انہوں نے انگریزوں سے روپیہ لے لیا۔ بچہ سقہ اور اس کے تمام ہمراہی انگریزوں سے تنخواہ لینے والے ہیں۔ اور اس میں کوئی شک کرے تو کافر ہے۔ آہ افسوس حضرت ابو بکر صدیق خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ تو ان پر جہاد کرنے کیواسطے لشکر بھیجنا فرض تصور فرما دیں۔ کہ جو صرف زکوٰۃ نہیں دیتے۔ باوجودیکہ وہ صحابہ تھے۔ نمازی پرہیزگار اور تمام احکامات اسلامی کے پابند تھے۔ مگر ڈاڑھی منڈے نیم برہنہ رہنے کا عورتوں کو قانوناً اور جبراً حکم دینے والے بے نماز اور کبھی روزہ نہ رکھنے والے حج جیسے فرض کی ادائیگی کی پرواہ نہ کرنے والے کوٹ پتلون ہیٹ برجس نکر کے پہننے والے غازی اور جوان کے خلاف اٹھے۔ وہ انگریزوں کی تنخواہ لینے والا دشمن ملک و قوم اور مذہب ہے۔ کیسی الٹی ہوا چلی ہے۔ اس قوم کا تار نہیں تانی کی تانی ہی بگڑی ہوئی ہے۔ افسوس ؎

کاش وہ انسان جو مسلمان بادشاہ ہونے کا مدعی تھا۔ جس کو فر اور شان و شوکت رعب و جلال اور شاہانہ دبدبہ اور سطوت کی نمائش کرتا ہوا یورپ کی سیاحت کو گیا۔ اور باطل پرستی کے خیالات لے کر اپنے ملک میں آکر رواج دیتا ہوا تخت سے برطرف کیا گیا۔ اگر اس کے دل میں محبت اسلام ہوتی تو وہ خانہ کعبہ اور مدینہ کی زیارت کو جاتا۔ اور فریضہ حج ادا کر کے آتا۔ تو آج اس کو یہ دن دیکھنا نصیب نہ ہوتا۔

اتفاق افغانستان

دنیائے اسلام کی باگ ڈور۔ بادشاہ۔ رہنما اور علماؤں کے ہاتھ میں ہے۔ ان کی حکومت قلوب پر ہے۔ مگر جب ان میں اختلاف ہوتا ہے۔ دل سب سے منحرف ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ حاکموں کے بگاڑ سے رعایا میں بگاڑ ہونا لازمی ہے۔ افغانستان کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ جب امان اللہ خاں۔ جرنیل نادر خاں اور ملائے شور بازار ایک تھے۔ افغانستان ایک تھا۔ جرنیل نے فرمایا۔ کہ ملک کا اغیار کی غلامی سے نجات حاصل کرنا ضروری ہے۔ ملائے شور بازار نے کہا۔ مدعا نیک ہے۔ نصب العین مبارک ہے۔ آپ نے فتوٰی جاری فرمایا۔ ۸۰ فی صدی فوج آپ کی مرید تھی۔ قبائل جوق در جوق مجتمع ہوئے۔ آمادہ سرفروشی ہوئے۔ جرنیل نے فوج کی کمان ہاتھ میں لی۔ اپنا رسوخ نیک مقصد میں صرف کیا۔ قومیں اپنے اختلافات کو بھول گئیں۔ سب اکٹھے ہو گئے۔ سب کا متفقہ و مشترکہ مقصد پایہ تکمیل تک پہنچ گیا۔ افغان کا علم بلند ہو گیا۔ سلطان خوش و خرم ہوئے۔ کامیابی نے ان کے قدم چومے۔ چاکری کی زنجیر پارہ پارہ ہو گئی۔ افغانیوں کو ابھرنے کا موقع میسر ہوا۔ امید بندھ گئی۔ کہ ایشیا کی سرزمین سے ایک نیا جاپان متولد ہونے کو ہے۔ مگر افسوس دیکھتے ہی دیکھتے نقشہ بدل گیا۔ اور ساری آرزوئیں خاک میں مل گئیں۔ اور بادلِ ناخواستہ یہ کہنا پڑا ؎

جو آرزو ہے اس کا نتیجہ ہے انفعال
اب آرزو یہ ہے کہ کوئی آرزو نہ ہو

یہ انقلاب کیوں ہوا

اس لئے کہ وزراء امان اللہ خاں سے پھٹ گئے ملائے شور بازار مائل تکفیر ہو گئے۔ امان اللہ خاں ان کے دشمن ہو گئے۔ امان اللہ خاں کا کابل سے بھاگ کر قندھار جانا اور پھر قندھار سے چمن کا فرار اور چمن سے بمبئی پہنچنا۔ اور بمبئی سے مارسیلز کی راہ لینا اس حقیقت پر دلالت کرتا ہے۔ کہ کابل آپ کے ساتھ نہ تھا۔ ہندوستان روتا ہے۔ کہ غازی کیوں بھاگے۔ لیکن کسی افغانی کی نگاہ پُرنم دکھائی نہیں دیتی ہے۔ آپ کے جتنے عہدہ دار تھے سب نے امیر حال حبیب اللہ کی اطاعت کر لی ہے قندھار۔ غزنی۔ ہرات اور مزار شریف کے قبائل

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نے اطاعت امیر حبیب اللہ سے گریز نہیں کیا۔ اور بلا تامل جدید امیر کی فرمانبرداری کا حلقہ اپنے گلے میں ڈال لیا۔ کل تک جو امراء امان اللہ کے طرفدار اور ان کی عقیدت میں سرشار نظر آتے تھے۔ انہوں نے طلوع آفتاب سے پہلے پہلے نئی حکومت کی غلامی قبول کرنے سے ظاہر کر دیا ہے۔ کہ ان کے دل میں امان اللہ کی کوئی محبت نہ تھی۔ سارے کے سارے منافق نہیں ہو سکتے۔ آخر کوئی نہ کوئی وجہ ایسی ضرور تھی۔ جس نے ان کو وفادار نہ رہنے دیا۔ عقل یہ تسلیم کرنے سے قاصر ہے۔ کہ امان اللہ تو بالکل راستی پر اور اسکے مخالف نا راستی پر تھے۔

مختلف نقطہ نگاہ

افغان موجودہ امیر حبیب اللہ کو اس کی خوبیوں کی وجہ سے اچھا نہیں کہہ رہے۔ بلکہ اصلی راز یہ ہے کہ سارے کے سارے پرانے نظام حکومت یا امان اللہ کی ذات سے شناکی تھی۔ اور کسی موقعہ کے انتظار میں تھے۔ امیر حبیب اللہ نے چنگ فساد پر صرف مضراب زنی کی ہے۔ اور کچھ نہیں کیا۔ افغانستان کے مولوی جاہل ہو سکتے ہیں۔ نا شناش ہو سکتے ہیں۔ لیکن فرنگ پرست نہیں ہو سکتے قطعاً نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ جو کچھ وہ کہہ رہے ہیں۔ وہ شریعت اسلام ہے۔ مگر امان اللہ شاہی حسب ذیل الفاظ میں واقعات سازی کرتے ہیں۔ کہ "بجز چند شوریدہ سر اور شورہ پشت افراد کے باقی کل افغانستان شہریار امان اللہ کے قدموں پر جان و مال نچھاور کرنے پر آمادہ اور مستعد ہے" لیکن امان الٰہی لوگوں کا اس وقت یہ استدلال درست ہوتا۔ جبکہ امان اللہ خاں سے کوئی لغزش اور کوئی غلطی نہ ہوئی ہوتی۔ اگر مجرم ہے۔ تو قوم اگر خاطی ہیں۔ تو مولوی اگر گنہگار ہیں۔ تو شیوخ قبائل اگر غدار اور نابکار ہیں۔ تو عہدیدار اگر بے وفا ہے تو فوج لیکن سب حقایق یہ دفع ہوئے ہیں۔ کہ نہ کوئی کمانڈر آپ کا دوست تھا۔ نہ کوئی پیر نہ مولوی نہ ملک نہ شیخ قبیلہ۔ تو انسان مجبور ہے۔ کہ معاملہ پر پہلے سے مختلف نقطہ نگاہ کے ماتحت روشنی ڈالی جائے ؛

اختلاف

علمائے افغانستان کہتے ہیں۔ کہ جو امان اللہ خاں غازی افغانستان سے یورپ گئے تھے۔ وہی واپس نہیں آئے۔ بلکہ آنے والے شہریار کوئی اور تھے۔ یہ سیدھا سادھا مگر معنی خیز قول بالکل غلط نہیں۔ آپ نے واقعی یہ چاہا۔ کہ افغانستان یورپ بن جائے۔ یہ تو ہو سکتا تھا۔ کہ یغمان رشک پیرس بن جائے۔ کیونکہ ذروں میں جان نہیں ہوتی زمین میں گویائی کی طاقت نہیں آپ چاہیں تو قطعات اراضی پر پھول لگا سکتے ہیں۔ اور اگر چاہیں تو کانٹے بو سکتے ہیں۔ لیکن افغانیوں کی فطرت بدلنے کے لئے تھوڑا نہیں۔ بلکہ بہت کافی عرصہ درکار ہے کابلی بھیڑوں کی اون سے آپ جو لباس چاہیں طیار کر سکتے ہیں۔ لیکن ان بھیڑوں کے چرواہوں کو کلاہ پوستی پر مجبور کرنے کے لئے سخت محنت مطلوب ہے۔ کہتے ہیں۔ کابل کا ایک نان پز ایک ہاتھ سے نان تنور میں لگا رہا تھا اور دوسرے ہاتھ سے ہیٹ سنبھالے ہوئے تھا۔ یہ جدت بادی النظر میں بھلی معلوم ہو تو ہو۔ لیکن دل اسے صبر سے قبول نہیں کر سکتے۔ یہ ٹھیک ہے۔ کہ کسی لباس کو شرعی قرار نہیں دیا جا سکتا۔ کہ اسلام کا اصول یہ ہے ؏

درویش صفت باش و کلاہ تتری دار

لیکن یہ بھی صحیح نہیں۔ کہ مہذب وہی ہے۔ جو چھجے دار ٹوپی پہنے۔ ڈاڑھی سنت نبوی ہے۔ جو متبع سنت ہے۔ اس کا یہ فعل مستحق تحسین ہے لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی درست ہے۔ کہ کوئی ڈاڑھی منڈا محض ڈاڑھی منڈا ہونے کی وجہ سے کافر نہیں ہے۔ ایسے ہی یہ دعوی بھی سولہ آنے صحیح اور درست ہے۔ کہ ہر ڈاڑھی منڈا ضروری نہیں۔ کہ جذبہ استخلاص وطن سے سرشار ہو۔ اور نہ یہ صحیح ہے۔ کہ جو ڈاڑھی رکھتا ہے۔ وہ ملک دوست اور حریت پسند نہیں۔ وطن دوستی میں اکالی کسی سے پیچھے نہیں۔ لیکن کون اکالی ایسا ہے۔ جس کی منہ پر ڈاڑھی نہ ہو۔ کون ہے جو رابندرا ناتھ ٹیگور یا مسٹر پٹیل کی عزت نہیں کرتا۔ دونوں لمبی اور سفید ریش کے مالک ہیں۔ بنابریں کوئی وجہ نہیں کہ ملایان افغانستان کی ڈاڑھیوں کا مضحکہ اڑایا جائے۔ بھلا ڈاڑھی منڈے بھگوڑے علی احمد جان نے کونسا تیر مارا ہے۔ کہ اس کی تعریف کی جائے۔ اور امان اللہ نے کیا بہادری اور مردانگی دکھائی ہے۔ جو اس کو غازی کہتے کہتے ہونٹ خشک ہو رہے ہیں۔ مختصر یہ کہ افغانستان اسے لئے تباہ ہوا۔ کہ مغرور غازی نے لیڈروں شیوخ ملک وزرا کمانڈران فوج کو ناراض کیا۔ لیڈروں نے ذاتی انتقام میں ملک کے مستقبل پر غور نہیں کیا۔ علماء نے فوج کو درغلانا بہتر جانا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ ان تینوں کی نزاع نے افغانستان کو ورطہ ہلاکت میں غرق کر دیا۔ اس عبرت انگیز منظر کے باوجود مسلمان اب بھی باز نہیں آتے۔ گو نادر خاں آدائے فرض میں مشغول ہے۔ حبیب اللہ کا آخری وقت تک مقابلہ کرنا چاہتا ہے۔ لیکن ذاتی کدورتوں کی بنا پر نہ کہ ملکی اور قومی بھلائی کے لئے۔ امیر حبیب اللہ کی راہ میں مخالفت کے پہاڑ کھڑے کئے جا رہے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ افغانستان کا یہ آخری چراغ بھی (عیاذ باللہ) گل ہو کر رہ جائے گا۔ بعد میں مرثیہ خوانی کی جائیگی ؛

دعوۃ الامیر

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ بنصرہ کی وہ نادر تصنیف جو حضور نے بطور مکتوب بغرض تبلیغ امان اللہ خاں کو اس وقت طبع کرا کر ارسال فرمائی تھی۔ جبکہ وہ شاہ کابل اور شہریار افغانستان تھا۔ آج اس بے بہا تصنیف کو پڑھو اور پھر امان اللہ خاں کی موجودہ غربت پر نظر کرو۔ تو قدرت حق کا نمونہ دیکھو گے + مجلد

قیمت طلب کرنے پر دفتر فاروق سے ملیگی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

شاہِ آوارہ وطن وصحرا نورد

جسکو چاہے تخت شاہی پر بٹھا دیتا ہے تو

جسکو چاہے تخت سے نیچے گرا دے کر کے خوار

وادیٔ قندھار سے ایک بے یار و بے دیار موٹر سوار صحرا اور دشت پر خار سے براہ فرار گذرتا ہُوا چمن پہنچ کر پناہ گزیں ہوتا ہے۔ اور وہاں سے ایک مانگی ہوئی ٹرین پر چڑھ کر بمبئی کی راہ لیتا ہے کہ ۲۷ر مئی کو بمبئی کے ریلوے اسٹیشن پر ایک ٹرین آکر رُکی۔ یہ اسپیشل امیر امان اللہ خاں سابق تاجدار افغانستان کی تھی۔ جو آج سے ڈیڑھ سال پیشتر بھی وارد بمبئی ہُوا تھا۔ اس وقت سارا شہر ان کی زیارت کا مشتاق ہو کر اُمنڈ آیا تھا۔ توپوں کی سلامی سر ہوئی تھی۔ گارڈ آف آنر پیشوائی کو حاضر تھا۔ صوبہ بمبئی کا گورنر ادنیٰ خدمت گذار کی حیثیت سے موجود تھا۔ اور وائسرائے کو اگر باموقع بخار نہ آگیا ہوتا۔ تو خود انہیں کو حاضر ہونا تھا۔ مگر آج نہ توپوں کی سلامی تھی۔ نہ گارڈ آف آنر کی حاضری تھی۔ نہ لاکھوں کا مجمع تھا۔ نہ وائسرائے کا انتظار تھا۔ صوبہ کے حاکم کے طرف سے سیکرٹری بھی نہیں۔ ڈپٹی سکرٹری اور حفاظت کے لئے مسلح سپاہیوں کا دستہ! استقبال کی کل اتنی کائنات تھی ؎

یہ سچ ہے۔ کہ اے اللہ۔ ملک کے مالک۔ تو ہی جسے چاہتا ہے۔ ملک دیتا ہے۔ اور تو ہی جس سے چاہتا ہے ملک لے لیتا ہے۔ تو ہی جس کو چاہے عزت دیتا ہے۔ اور تو ہی جسے چاہتا ہے۔ ذلیل کرتا ہے۔ تیرے ہی ہاتھ میں ہر بھلائی ہے۔ بے شک تو ہی ہر چیز پہ قادر ہے۔

قرآن مجید میں یہ الفاظ بارہا آپ کی نظر سے گذرے ہونگے۔ آج آپ کا دل بھی ان کی صداقت کی گواہی پوری طرح دے رہا ہے۔ کہ کل تک سارا ملک جس کے لئے آنکھیں بچھا رہا تھا۔ آج وہ آوارۂ وطن ہے کل تک جو سرداروں کا سردار تھا۔ آج اسے اپنے وطن میں بادشاہ کی حیثیت سے نہ سہی معمولی رعایا کی حیثیت سے بھی جگہ نصیب نہیں! ملک چھن گیا تاج اتر گیا۔ رعایا باغی ہوگئی۔ دولت لٹ گئی — اقبال مندی رخصت ہوگئی۔ خوش بختی ایک افسانہ بن گئی۔ اور چشم زدن میں بادشاہ ایک معمولی انسان رہ گیا۔

بادشاہوں اور فرماں رواؤں کی تاریخ میں یہ کوئی انوکھا واقعہ نہیں۔ زار روس پر کیا گذری۔ قیصر جرمنی کا کیا انجام ہُوا۔ نادر شاہ کا کیا حشر ہُوا سلطان عبدالحمید خان پر کیا بیتی۔ سارے واقعات آپ کے سامنے ہیں۔ پھر بھی تاج و تخت کی ہوس و آرزو باقی ہے۔ دولت و حکومت کی تمنا و حسرت سے دل لبریز ہے۔ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی عظمت کو کوئی چھین نہ سکا۔ خواجہ معین الدین چشتیؒ کو کوئی دشمن شکست نہ دے سکا۔ شیخ احمدؒ مجدد سرہندیؒ کی عزت کو کوئی بادشاہ پامال نہ کر سکا۔ مولوی رومؒ کی حکومت دلوں پر صدیوں سے چلی آرہی ہے۔ اسے کوئی نہ ہلا سکا۔ یہ کس کا ہاتھ تھا اور کس کی قدرت کہ شاہ امان اللہ آج نرا امان اللہ رہ گیا۔ اور سر چھپانے کے لئے جھونپڑا تلاش کرتا پھرتا ہے۔ خدا کے نبی نے سچ فرمایا ؎

عزت و دولت یہ تیرے حکم پر موقوف ہیں
تو ہی کرتا ہے کسی کو بینوا اور بختیار

(رضیاء الاسلام پریس قادیان میں زیر نظر و پیشکش فاروق منزل قادیان سے چھپوا کر شائع کیا)

وصیت ۳۰۸۳ع

میں حاجی محمد الدین ولد جلال الدین عرف جلا قوم کمبوہ پیشہ زراعت عمر ۶۵ سال بیعت ۱۹۰۳ء ساکن زیرہ ضلع فیروزپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۶ر اپریل ۱۹۲۹ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری موجودہ جائداد ۱۸ بیگھہ زمین زیرہ ضلع فیروزپور میں زرعی ہے۔ میں اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ نیز یہ بھی لکھ دیتا ہوں۔ کہ اگر میری وفات پر اس جائداد کے علاوہ کوئی مزید جائداد ثابت ہو۔ تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ فقط ۲۶ر اپریل ۲۹ء نویسندہ عبدالرشید بقلم خود

گواہ شد۔ رستم علی قریشی سکنہ زیرہ بقلم خود ؎

العبد:۔ حاجی محمد الدین موصی ؎

گواہ شد:۔ حکیم مبارک علی زیرہ بقلم خود ؎

وصیت نمبر ۲۹۳۱

میں محمد سلطان ولد شیخ محمد الدین پیشہ سوداگری عمر ۵۰ سال بیعت ۱۸۹۷ء ساکن لودھراں ضلع ملتان بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۸ر۱/۲۸ کو حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری موجودہ جائداد حسب ذیل ہے۔ سالم چاہ شیخاں والا واقع موضع ساندے والہ رہن با قبضہ و ۱/۲ حصہ چاہ گنہ والا و تقریباً ایک بیگھہ اراضی غیر متلق واقع موضع ساندے والا تحصیل لودھراں و ایک دوکان و دو مکان مسمار شدہ واقع رسول نگر ضلع گجرانوالہ۔ اور اس جائداد میں نصف حصہ میرا ہے اور نصف حصہ میرے بھائی محمد رمضان کا ہے۔ علاوہ اس کے ایک مکان جس کے ایک حصے میں دو دکان بھی ہے۔ واقع لودھراں میری ذاتی ملکیت ہے۔ گذارہ دوکان جس میں چار کس حصہ دار ہیں جس کی آمد اندازاً ۶۰۰ روپیہ سالانہ ہے۔ اور اندازاً ۲۰۰۰ ہزار روپیہ سے کام کیا جاتا ہے۔ آمد دوکان دسر مایہ دوکان میں میرا ۱/۴ حصہ ہے۔ جس میں سے ۱۵۰۰ روپیہ قرضہ بذمہ دوکان ہے۔ میں تازیست اپنی آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان ۴ کرتا رہوں گا۔ اور بوقت وفات میری جو جائداد ثابت ہو۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ فقط

الموصی:۔ محمد سلطان حال وارد قادیان ؎

گواہ شد:۔ محمد حسین ولد مولا بخش تنیخ ساکن چاہ محمد علی والہ واقع لودھراں۔ حال وارد قادیان +

گواہ شد:۔ محمد فخر الدین احمدی ملتانی